التحفة الجلية

شرح

قصيدة العقيلة

ابو الحسن اعظمی

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یوپی

پیش لفظ

طبع چہارم

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م ۵۹۰ھ) کے مشہور قصیدہ "رائیہ" کی زیرِ نظر شرح "التحفۃ الجمیلۃ" کی پہلی بار طباعت ۱۴۰۳ھ میں ہوئی تھی، اس وقت یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ شرح اتنی مقبول ہوگی اور دوبارہ اس کی طباعت کی نوبت آسکے گی۔

مگر الحمدُ للہ! اب ملک میں علم قرارت کا فروغ پہلے سے زیادہ ہوا ہے، اس کی شہادت اس موضوع پر کتابوں کی مسلسل طباعت ہے۔

پہلی طباعت لیتھو کی تھی، اور پھر وہی چھپتی رہی، اب دوبارہ کتابت کراکے آفسیٹ پر طبع کرائی گئی۔

گذشتہ ایڈیشنوں میں موضوع سے متعلق ایک مقدمہ بھی تھا، مگر اب ضرورت نہ سمجھتے ہوئے اس سے خالی رکھا گیا۔ کیونکہ راقم الحروف کی کتاب "قرآنی املار اور رسم الخط" اور "کاتبینِ وحی" اپنے موضوع کا مکمل احاطہ کرتی ہیں جو شائع ہوچکی ہیں، اس میں مبسوط اور گرانقدر مقدمہ شریک کتاب ہے، شائقین کے لئے اس کتاب سے پہلے اس کا مطالعہ کرنا مفید ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مقبول بنائے! آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

ابوالحسن اعظمی

جمادی (۲) ۱۴۱۹ھ

حدیث شریف "کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ الرحمن الرحیم فھو اقطع" پر عمل کرتے ہوئے ناظمؒ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے قصیدے کا آغاز کیا۔

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَوْصُوْلاً کَمَا اَمَرَا مُبَارَکاً طَیِّباً یَسْتَنْزِلُ الدِّیَرَا

ت:۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں دراں حالیکہ یہ تعریفیں مسلسل اور دائمی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (ہمیں اس حمد و شکر کا) حکم فرمایا ہے یہ حمد بابرکت اور پاکیزہ ہے، باران رزق نازل کراتی ہے

۲۔ ذُو الْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْاِحْسَانِ خَالِقُنَا رَبُّ الْعِبَادِ هُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ قَھَرَا

ت:۔ وہ فضل و انعام احسان والا ہے، ہمارا خالق ہے، بندوں کا رب ہے وہ غالب اللہ ہے۔

۳۔ حَیٌّ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ وَالْکَلَامُ لَہٗ فَرْدٌ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ مَا اَرَادَ جَرٰی

ت:۔ وہ اللہ زندہ ہے، علیم ہے قادر ہے اور اس کے لئے صفتِ کلام بھی (یعنی وہ متکلم بھی ہے) یکتا ہے سمیع ہے، بصیر ہے، جس شئے کا ارادہ کرتا ہے وہ علی الفور واقع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں صفتِ علم، قدرت اور ارادہ اصل الاصول ہیں نیز اس شعر میں بیان کردہ صفات سے باری تعالیٰ کی حمد کے ساتھ دیگر فرقۂ باطلہ (یعنی معتزلہ اور خوارج وغیرہ کا رد بھی مقصود ہے۔

۴۔ اَحْمَدُہٗ وَھُوَ اَھْلُ الْحَمْدِ مُعْتَمِدًا عَلَیْہِ مُعْتَصِمًا بِہٖ وَمُنْتَصِرَا

ت:۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں دراں حالیکہ وہ ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے، اس پر اعتماد کرتا ہوں اس کے تحفظ میں آنا چاہتا ہوں اور اس کی استمداد اور قوت چاہتا ہوں۔

۵۔ ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَتْبَاعِہٖ اَبَدًا اَنْدَی الشَّذَا عَطِرَا

ت:۔ پھر رحمت کاملہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کے متبعین پر ہمیشہ عطر جیسی خوشبودار بارش برساتی رہے۔ وہ رحمت کاملہ

۶۔ وَبَعْدُ: فَالْمُسْتَعَانُ اللّٰہُ فِیْ سَبَبٍ یَھْدِیْ اِلٰی سُنَنِ الْمَرْسُوْمِ مُخْتَصَرَا

ت:۔ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد اپنے سبب (بسلسلۂ نظم) میں اللہ ہی مستعان ہے جو رسم (عثمانی

کے مسائل) تک ہدایت فرمادے درانحالیکہ وہ سبب (یعنی نظم) مختصر ہو۔

ے عِلْقٌ عَلَائِقُهُ أَوْلَى الْعَلَائِقِ إِذْ خَيْرُ الْقُرُونِ أَقَامُوا أَصْلَهُ وَزَرًا

ت:۔ یہ رسم (عثمانی) نفیس ترین چیز ہے اس کا تعلق تمام دیگر تعلقات سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس کی اصل کو حضرات خیر القرون نے قائم فرمایا ہے دراں حالیکہ یہ اصل سب کے لئے جائے پناہ اور مرجع ہے، یعنی قرآن کی کتابت کی صحت موقوف ہے رسمِ عثمانی کی موافقت پر عَلَائِقُهُ أَوْلَى الْعَلَائِقِ یعنی مشاغل میں بہترین مشغلہ فنِ رسم کی خدمت ہے۔

۸ے وَكُلُّ مَا فِيهِ مَشْهُورٌ بِسُنَّتِهِ وَلَمْ يُصِبْ مَنْ أَضَافَ الْوَهْمَ وَالْغِيَرَا مراد سبعیہ

ت:۔ اور اس رسم میں وہی سب کچھ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت و حدیث سے مشہور وثابت ہے۔ (یعنی ہر قسم کے تغیر اور کمی بیشی سے محفوظ ہے) اور جس نے وہم و تغیرات کی طرف نسبت کی ہے وہ خطا کار ہے، اس کے اندر روافض وغیرہ کا رد ہے، رسمِ قرآنی توقیفی ہے، سنّت سے ثابت ہے اس میں عقل ورائے کی گنجائش نہیں!

۹ے وَمَنْ رَوَى سَتُقِيمُ الْعُرْبُ أَلْسُنَهَا لَحْنًا بِهِ قَوْلَ عُثْمَانٍ فَمَا شَهِرَا یہ صرجوح قول ہے

۱۰ے لَوْ صَحَّ لَاحْتَمَلَ الْإِيمَاءَ فِي صُوَرٍ فِيهِ كَلَحْنِ حَدِيثٍ يَنْثُرُ الدُّرَرَا

۱۱ے وَقِيلَ مَعْنَاهُ فِي أَشْيَاءَ لَوْ قُرِئَتْ بِظَاهِرِ الْخَطِّ لَا تَخْفَى عَلَى الْكُبَرَا

۱۲ے لَا أَوْضَعُوا وَجَزَاؤُا الظّٰلِمِينَ لَا اَذْ بَحَنَّهُ وَبِأَيْيدٍ فَافْهَمِ الْخَبَرَا

ت:۔ اور جس نے حضرت عثمانؓ کا یہ قول ــــ کہ عنقریب عرب یعنی انکی زبانیں اس لحنِ رسمی کو درست کریں گے۔ یہ قول مشہور نہیں ہے اور اگر یہ قولِ عثمانی (سنداً) صحیح بھی ہو تو بھی یہ ان صورتوں کی طرف جو اس رسم ہی میں اشارہ کرنے کے معنیٰ میں محتمل ہے۔ (یعنی لحن بمعنیٰ ایماء اشارہ کرنا۔ اس کی مثال اس حدیث کے لحن کی سی ہے جو موتی بکھیرتا ہے (یعنی لحن بمعنی اشارہ بھی ہوتا ہے بولا جاتا ہے لَحْنُ حَدِيثٍ اور خَيْرُ الْكَلَامِ مَا كَانَ لَحْنًا یعنی بہترین کلام اشاراتی کلام ہوتا ہے کہ مخاطب صرف اشاروں اور کنایوں میں ہی مقصد کو پالے۔ اَلْكِنَايَةُ أَبْلَغُ مِنَ التَّصْرِيحِ! حضرت عثمان کا مقصد اَرٰی فِيهِ لَحْنًا کا مطلب یہ ہے کہ جو بعض حروف زائد مرسوم ہوئے ہیں اور بعض محذوف الرسم ہیں اس کے اندر میں عجیب و غریب اشارہ پاتا ہوں جن کو اہلِ عرب اپنی خداداد ذہانت سے سمجھ لیں گے۔ مگر سَتُقِيمُ الْعُرْبُ کا قول اس جواب کو ضعیف کر دیتا ہے اور لحن بمعنی غلطی ہی صادق آتا ہے) اور (تیسرا جواب یہ ہے کہ) بعض لوگوں نے

نے اس قول عثمانی کا معنیٰ یہ بیان کیا ہے کہ ان الفاظ کے بارے میں (اندیشۂ لحن کا خیال کرتا ہوں) جو ماہرین پر تو مخفی نہیں ہے (کہ یہ غلطی نہیں کر سکتے) اگر یہ الفاظ (مثال کے طور پر) لَااَوْضَعُوْا اور لَااَذْبَحَنَّہٗ اور جَزَاءُ الظّٰلِمِیْنَ اور بِاَیْیدٍ حسب رسم ظاہری پڑھ لئے جائیں (تو یہ قرارت جو ظاہری رسم پر ہو گی بلاشبہ لحن ہوگی اور غلط قرار دی جائے گی فافھم الخبر) پس تم اس قولِ عثمانی کو خوب سمجھ لو یہ تیسرا جواب اصح ہے۔ شعر ۹ کی روایت شعر ۸ کے مضمون کے معارض اور خلاف تھی اس لئے ناظمؒ نے اس کے تین جوابات "فَمَا شُھِرَا اور لَوْصَحَّ اور رقِیْلَ مَعْنَاہُ" سے دیا ہے۔

۱۳ وَاعْلَمْ بِاَنَّ كِتَابَ اللهِ خُصَّ بِمَا تَاهُ الْبَرِيَّةُ عَنْ اِتْيَانِهٖ ظُهَرَا

ت:۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مخصوص ہے اس وصفِ خاص کے ساتھ جس کی نظیر لانے سے پوری مخلوق باہمی تعاون کے باوجود عاجز ہو گئی ہے!

قرآنِ عزیز اپنے دیگر اوصاف کے ساتھ فصاحت و بلاغت میں بھی بیمثال ہے اس کا چیلنج ہے! قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ (اسراءؑ) ناظمؒ نے اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے بلاشبہ دنیا اسکی نظیر لانے سے قاصر ہے اور رہے گی۔ قرآن چونکہ دلیلِ نبوت ہے اور اصلِ شریعت ہے اور اعجازِ قرآنی کا مسئلہ دین کے اہم مسائل میں سے ہے بلکہ اصل الاصول ہے۔ اسلئے اعجاز کی بحث کو مقدم کیا۔

اب آگے ناظمؒ وجوہِ اعجاز بیان کر رہے ہیں۔

۱۴ مَنْ قَالَ صَرَّفَتْهُمْ مَعْ حَثِّ نُصْرَتِهِمْ دَوَاعِیُ الدَّوَاعِی فَلَمْ یَسْتَنْصِرِ النُّصَرَا

ت:۔ جس نے یہ کہا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کا) ان کو بہت سے دلائل اور اسباب کے ان کی نصرت کو ابھارنے کے باوجود (نمونہ و نظیر لانے سے) روک دینا ہے۔ اس قائل نے دلائل سے مدد نہیں لی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قرآن کی نظیر ممکن تھی اس کے اسباب بھی مہیا تھے، مگر اللہ نے ان کی عقلیں چھین لیں اور نمونہ پیش کرنے سے روک دیا یہ وجہ ہے اعجازِ قرآن کی ...... ناظمؒ اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ بات محض عدم تدبر و تفکر کا نتیجہ ہے، اگر دلائل میں خود غور کرتے یا علماء محققین سے دریافت کرتے تو ایسی لچر اور غلط بات نہ کہتے کیوں کہ

مسلوب العقل گویا مردہ ہوتا ہے اور مردہ سے کسی طرح کا چیلنج اور مطالبہ ایک بے معنی چیز ہے اور پھر یہ کہ اگر اللہ نے انھیں عاجز کر دیا تو اعجاز اللہ تعالیٰ کا ہوا نہ کہ قرآن کا۔

۱۵ کَمْ مِّنْ بَدَائِعَ لَمْ تُوْجَدْ بَلَاغَتُهَا ... اِلَّا لَدَيْهِ وَكَمْ طُوْلَ الزَّمَانِ تُرَاىٰ

ت: - (از قبیلِ علمِ بدیع) بہت سی خوبیاں ایسی ہیں جن کی بلاغت (دیگر کتبِ سماوی کے مقابلہ میں) صرف قرآن میں پائی جاتی ہے اور کتنی ہی خوبیاں ہیں جو مرورِ ایام اور طولِ زمان کے باوجود نظر آتی ہیں۔

یعنی قرآن مجید بلاغت کے ایسے معیارِ اعلیٰ پر ہے جس کی نظیر نہ نزولِ قرآن کے پہلے تھی اور نہ بعد میں، قرآن کا اپنا چیلنج نزول کے وقت سے آجتک ہے اور قیامت تک رہے گا۔ فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ) نیز ـــــ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ الخ..... (اسراء) قرآن کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ لَا يَنْقَضِيْ عَجَائِبُهٗ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ (بیہقی عن ابن مسعودؓ) تکرار اور بار بار کی تلاوت سے اس کے اندر قدامت اور پرانا پن نہیں ہوگا۔ اور خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گذر جائے اس کی جدّت اور نت نئی خوبیوں اور بلاغتوں میں اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ علماء اور ماہرین کی غوّاصی نے اس کے اندر سے فصاحت وبلاغت کے دُرَرِ بے بہا نکالے ہیں۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ مختصر یہ کہ یہ کہنا کہ قرآن کا نمونہ لانے سے روک دیا گیا ہے اس لئے اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکی یہ قول بے دلیل ہے۔

ایک واقعہ اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جو اسی زمانے کا ہے:۔ صاحب "جواھر القرآن" علامہ جوہری طنطاوی مصری اپنے جرمن کے قیام کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک مستشرق دوست (عربی زبان وعلوم کے غیر مسلم فضلاء) نے مجھ سے پوچھا کہ کیا عام مسلمانوں کی طرح آپ کا بھی قرآن کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ عربیت اور فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے معجزہ ہے؟ میں نے کہا ہاں! اور میرا اس پر یقین کامل ہے!! اس نے بڑے تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ آپ جیسا روشن خیال صاحبِ علم بھی ایسا عامیانہ خیال رکھتا ہوگا۔ میں نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے، یہ تو ایک علمی مسئلہ ہے، ابھی اس کا امتحان ہوا جاتا ہے ـــــ میں ایک بات کہتا ہوں، آپ سبھی حضرات انتہائی غور وفکر کے بعد اسے فصیح اور بلیغ عربی میں ادا کریں ـــــ لیجئے وہ

بات یہ ہے کہ ـــــ "جہنم بے حد وسیع ہے"ـــــ ان سب نے بہت دیر تک غور وفکر کے بعد چند جملے بنائے۔ "اِنَّ جَهَنَّمَ لَوَسِيْعَةٌ"ـــــ "اِنَّ جَهَنَّمَ لَفَصِيْحَةٌ"۔ اور اسی سے ملتے جلتے چند اور جملے لاکر رکھدئے ہیں نے کہا اور جتنا جی چاہے وقت لے لیجئے اور محنت کر لیجئے، انھوں نے کہا بس! ہم اپنی تمام تر محنت اور غور وفکر ختم کر چکے ـــــ اس کے بعد میں نے کہا اب ذرا قرآن مجید کو دیکھئے، اسی مضمون کو اس نے کس طرح ادا کیا ہے، ارشادِ باری ہے:۔ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ○ ترجمہ:۔ اوراس دن جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے .... علامہ طنطاوی لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ سب عربی داں اور سخن شناس تھے، سنتے ہی اچھل پڑے، اپنی رائیں پیٹ لیں، اور اقرار کیا کہ بیشک یہ معجزہ ہے، ہم عاجز رہے۔

۱۶ وَمَنْ يَّقُلْ بِعُلُوْمِ الْغَيْبِ مُعْجِزَةٌ فَلَمْ تَرَىٰ عَيْنُهٗ عَيْنًا وَّلَا اَثَرًا

ت:۔ اور اس بات کا قائل کہ قرآن (بجائے الفاظ ومعانی کے) علومِ غیبی کے اِخبار میں معجزہ ہے، اس قائل نے (نہ تو مقصود کی) ذات کو اور نہ ہی اس کے اثر کو دیکھا ہے۔

یعنی قائل علم سے کورا ہے، اسے مقصود تو مقصود اس کی ہوا تک نہیں لگی ہے، اس کا یہ قول تحقیق کے بالکل خلاف ہے، کیونکہ

۱۷ اِنَّ الْغُيُوْبَ بِاِذْنِ اللّٰهِ جَارِيَةٌ مَدَى الزَّمَانِ عَلٰى سُبُلٍ جَلَتْ سُوَرًا

ت:۔ کیونکہ غیب کی خبریں تو اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم سے انتہا ر زمانہ (قیامت) تک واضح اور ظاہر طور پر صرف چند سورں میں جاری ہے۔

یعنی غیب کی خبریں تو قرآن کی ہر سورت اور ہر ہر آیت میں نہیں بیان کی گئی ہیں یہ تو چند سورتوں میں ہیں اور چیلنج لانے کے لئے عام ہے پھر یہ کہ قرآن کے اندر بیان کردہ اخبار غیب سب کی سب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زمانہ ہی میں ظاہر نہیں ہوئیں اسکا سلسلہ تو قیامت تک دراز ہے۔ لہٰذا علوم واخبار غیبیہ کو وجہ اعجاز ماننے سے یہ لازم آئے گا کہ دلائل نبوت نبی کے زمانے کے بعد پائی گئیں جب کہ دلائل نبوت کا پایا جانا نبی کے زمانے میں ضروری ہے۔

۱۸ وَمَنْ يَّقُلْ بِكَلَامِ اللّٰهِ طَالَبَهُمْ لَمْ يَحْلُ فِي الْعِلْمِ لَا وِرْدًا وَّلَا صَدَرًا

ت:۔ اور جو یہ کہنا ہے کہ ان مخالفین سے اللہ تعالیٰ نے کلام کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ استفادہ

فی العلم سے بالکل خالی رہا۔ لَاوِرْدًا یعنی وارد فی العلم، لَاصَدْرًا یعنی ماہر فی العلم حصولِ علم کے بعد لوٹنے والا، عالم ماہر، یہ قول محض اس کی رائے پر مبنی ہے، اگلے شعر میں اس کا رد فرماتے ہیں۔

ع ١٩ مَالَایُطَاقُ فِیْ تَعْیِیْنِ کُلْفَتِہٖ وَجَائِزٌ وَّقُوْعٌ عُضْلَۃُ الْبُصَرَا

ت :۔ تکلیفِ مَالَایُطَاقُ کی تعیین (یعنی وجوب ولزوم) اور جواز اور وقوع ونزول میں علمائے بینا کے لئے بھی دشواری ہے۔ پھر یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے بندۂ حادث سے کلام قدیم کا مطالبہ فرمایا، کس قدر بے معنیٰ اور غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا کوئی بھی حکم بندوں کو نہیں دے سکتے جو اسکی طاقت اور اس کے بس سے باہر ہو، خود ارشاد ہے! لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

الغرض قرآن مجید فصاحت وبلاغت، معانی وبیان، علم بدیع کی جملہ اقسام کے ساتھ معجزہ ہے اس کے اندر خوف ودہشت بھی بدرجۂ کمال ہے اور حروفِ قرآنی کی نظم وتالیف بھی اختصار وایجاز بھی اعجازی ہے، اس کے اندر حلاوت وشیرینی اور رونق ونضارت اس درجہ کی ہے کہ کتنی ہی بار پڑھئے سیری نہیں ہوتی بلکہ اس کا حسن اور لطف بڑھتا ہی رہتا ہے۔

وَتَرْدَادُہٗ یَزْدَادُ فِیْہِ تَجَمُّلًا!

ع ٢٠ لِلّٰہِ دَرُّ الَّذِیْ تَالِیْفُ مُعْجِزِہٖ وَالِاْنْتِصَارِ لَہٗ قَدْ اَوْضَحَ الْغُرَرَا

ت :۔ اللہ ہی کے لئے ہے ان کی خوبی جنکی تالیف وتصنیف (کتاب اعجاز القرآن اور کتاب انتصار القرآن ہے جس نے (اس کے اندر قرآن مجید کی) خوبیوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں کتابیں امام النحاۃ عبدالقاہر جرجانی رحؒ (م ۴۷۱؁ھ) کی اعلیٰ تصانیف ہیں اول الذکر قرآن مجید کے اعجاز پر اور ثانی الذکر معتزلہ کے رد پر ہے یہ دونوں کتابیں اپنے موضوع پر بیحد عمدہ اور نفیس ہیں، یہ کتابیں علوم میں ید بیضا کی حیثیت رکھتی ہیں، علماء بلاغت نے آپ کی بے پایاں خدمات کی بنا پر آپ کو واضع علم بیان کا خطاب دیا ہے۔ موصوف نے اپنی کتابوں میں محاسنِ قرآنی کو واضح کیا ہے، اس لئے علامہ شاطبی رحؒ نے تعریف میں یہ شعر ذکر فرمایا ہے۔

ع ٢١ وَلَمْ یَزَلْ حِفْظُہٗ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ فِیْ عُلَا حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ مُبْتَدِرَا

ت :۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اعلیٰ وطیبہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان

حفظِ قرآن کا شوق مسابقت اور مبادرت کے ساتھ برابر جاری رہا۔ (مُبَتدِرًا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنا)

یہ اعتراض کہ قرآن مجید جب سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لکھا گیا ہے تو اس کے اندر اغلاط بھی ہوں گی، یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ قرآن مجید سارا کا سارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نازل ہو کر مکتوب ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں مکمل محفوظ تھا، صحابہ کا حافظہ ہمارے دَور کے حافظہ جیسا نہیں تھا، حفظ قرآن کو وہ حضرات عظیم ترین عبادت سمجھتے تھے، یہ ضرور تھا کہ یکجا نہ تھا منتشر تھا، پھر دورِ صدیقی میں یکجا کیا گیا، اس کے بعد دورِ عثمانی میں ایک جلد کے اندر کیا گیا اور متعدد صحائف لکھوا امصار و بلاد میں روانہ کئے گئے جسکی تفصیل آئندہ اشعار میں آرہی ہے۔

۲۲ وَکُلَّ عَامٍ عَلیٰ جِبْرِیْلَ یَعْرِضُهٗ وَقِیْلَ اٰخِرَ عَامٍ عَرْضَتَیْنِ قَرَا

ت:۔ اور آپ ہر سال حضرت جبرئیلؑ کے روبرو قرآن کا دور فرماتے تھے اور بقولِ بعض (اپنی حیاتِ دنیوی کے) آخر سال دو مرتبہ پڑھا تھا (قَرَا اے قَرَأَ)۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نسیان سے حفاظت کے باوجود قرآن کے نازل شدہ حصہ کا دور ہر سال فرماتے تھے، امت کے لئے سبق ہے کہ قرآن کی حفاظت پر ہمہ وقت مصروف رہے، مسلم شریف کی روایت ہے "عَنْ ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَ الَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِنَ الْاِبِلِ فِی عُقُلِهَا (ص ۲۶۸ باب الامر بتعهّد القرآن)" یعنی قرآن کی حفاظت میں ہمہ وقت لگے رہو، پڑھتے اور پڑھاتے رہو، قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے یہ قرآن ذہن و دماغ سے نکلکر بھاگ جانے میں اونٹ سے زیادہ تیز ہے کہ اونٹ کو اس کے تھان سے اگر ایک لحظہ کیلئے بھی نہ باندھو تو فوراً نکل بھاگے گا ________ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حاملین قرآن میں بنادے آمین! آخر سال میں دو مرتبہ کے دور سے آپ نے خیال فرمایا کہ میری وفات کا وقت آپہونچا، چنانچہ آپ اسی سال رفیقِ اعلیٰ سے مل گئے۔

۲۳ اِنَّ الْیَمَامَةَ اَهْوَاهَا مُسَیْلِمَةُ الْـ ـکَذَّابُ فِی زَمَنِ الصِّدِّیْقِ اِذْ خَسِرَا

ت:۔ مسیلمہ کذاب نے دورِ صدیقی میں اہلِ یمامہ کو گمراہ کردیا تھا جبکہ وہ خود برباد ہوگیا۔

یوں تو مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب نے یہ جھوٹا دعوائے نبوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانے ہی میں کیا تھا مگر اس وقت چنداں مشہور نہیں ہوا تھا، مگر اپنی فتنہ پردازیوں میں لگا رہا دورِ صدیقی میں اس کے متبعین کی تعداد بہت ہوگئی، حضرت سیف اللہ خالد ابنِ ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور بڑی خوں ریز جنگ ہوئی، اگلے شعر میں فرماتے ہیں۔

۲۴ وَبَعْدَ بَأْسٍ شَدِيدٍ حَانَ مَصْرَعُهُ وَكَانَ بَأْسًا عَلَى الْقُرَّاءِ مُسْتَعِرَا

ت :- اور شدید جنگ کے بعد مسیلمہ کی ہلاکت کا وقت آپہنچا۔ اور یہ جنگ ایسی تھی جو قرا کے حق میں بھڑکنے والی تھی مسلمانوں پر ایسا سخت وقت کبھی نہیں آیا تھا، اس جنگ میں مسلمان شہدا رکی تعداد بارہ سو تھی، باقی زخمی تھے، ان میں سات سو کی تعداد حفاظ وقرار کی تھی۔ یہ حضرات ایسے تھے جن کے پاس قرآن تحریراً ابھی موجود تھا انہیں حضرت سالم رضؓ مولیٰ ابی حذیفہ رضؓ جیسے جلیل القدر قاری بھی تھے ان کے ساتھ اہل قرآن کا دستہ بھی تھا، جن چار حضرات قرار سے قرآن مجید پڑھنے کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمایا کرتے تھے ان میں حضرت سالم بھی تھے۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ کے بعد دوسرا نمبر آپ ہی کا تھا' ایسے جلیل القدر حفاظ وقرار کی شہادت نہایت تشویش اور فکر کا باعث تھی چنانچہ......!

۲۵ فَنَادَى أَبَا بَكْرٍ الْفَارُوقُ خِفْتُ عَلَى الْـ ـقُرَّاءِ فَادَّرِكِ الْقُرْآنَ مُسْتَطِرَا

ت :- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مجھے قرار کے بارے میں اندیشہ ہے لہٰذا آپ قرآن کا انتظام فرمائیں، دراں حالیکہ آپ اسے لکھنے والے ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اولاً انکار فرماتے رہے کہ جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کر سکتا ہوں، آپ کو بدعت اور نئی ایجاد کا اندیشہ تھا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مسلسل اصرار پر آپ کو شرح صدر ہوگیا اور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا حکم فرمایا، آپ نے بھی وہی کہا جو صدیقِ اکبر رضؓ نے کہا تھا مگر بالآخر شیخین کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے شرح صدر فرما دیا اور یہ اہم اور عظیم کام انکے سپرد ہوگیا۔

۲۶ فَأَجْمَعُوا جَمْعَهُ فِي الصُّحْفِ وَاعْتَمَدُوا زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ الْعَدْلَ الرِّضَى نَظَرَا

ت :- الغرض ان حضرات نے قرآن کو صحیفوں میں جمع کرنے پر اجماع کرلیا اور اس

کی جمع و ترتیب میں) حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ پر اعتماد کیا، جو عادل (فی الروایت) اور فکر و نظر کے اعتبار سے پسندیدہ تھے، حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ ان اوصاف کے باوصف کاتب بھی تھے، فقہائے صحابہ میں شمار ہوتے تھے، نیز فضل و کمال میں بھی اعلیٰ مرتبہ کے مالک تھے، نیز حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عرضۂ اخیرہ کے مشاہد بھی تھے، آپ کو آیاتِ قرآنی کی ان تمام قرارات اور وجوہ کا پورا علم تھا جو اس وقت غیر منسوخ اور باقی تھیں اس لئے تمام حضراتِ صحابہ نے آپ پر اعتماد فرمایا۔

٢٧ فَقَامَ فِيهِ بِعَوْنِ اللهِ يَجْمَعُهُ ۔۔۔ بِالنُّصْحِ وَالْجِدِّ وَالْحَزْمِ الَّذِي بَهَرَا

٢٨ مِنْ كُلِّ أَوْجُهِهِ حَتَّى اسْتَتَمَّ لَهُ ۔۔۔ بِالْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اشْتَهَرَا

ت:۔ لہٰذا وہ اس کام کے لئے مستعد ہو گئے، آپ قرآن کو اس کی تمام وجوہ سمیت خالص نیک نیتی، سعیٔ بلیغ اور کامل احتیاط کے ساتھ جمع کر رہے تھے، حتیٰ کہ قرآن حضرت زید کے لئے مشہور اور بلند سبعۂ احرف کے ساتھ اتمام کو پہونچ گیا۔

سَبْعَةُ أَحْرُفٍ جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ، "سبعۃ احرف" کی بحث نہایت معرکۃ آلآرا اور مشکل ترین ہے، اس سلسلہ میں پینتیس ٣٥ اقوال نقل کئے گئے ہیں، انمیں راجح قول اور اسکی بہتر تعبیر و تشریح یہ ہے کہ اس سے مراد اختلافِ قرارت کی سات نوعیتیں ہیں یعنی ١ اسماء کا اختلاف (یعنی مفرد، جمع، تذکیر و تانیث) ٢ افعال کا اختلاف، ٣ وجوہِ اعراب کا اختلاف، ٤ الفاظ کی کمی و زیادتی کا اختلاف، ٥ تقدیم و تاخیر کا اختلاف، ٦ بدلیت کا اختلاف، ٧ لہجوں کا اختلاف، (جسمیں امالہ و فتح، تفخیم و ترقیق، مد و قصر وغیرہ داخل ہیں۔ (النشر ج ١ ص ٢٧، ٢٨) حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اس انداز پر قرآن کو جمع فرمایا کہ جن سات احرف پر قرآن نازل ہوا وہ سب اسمیں آگئے۔

٢٩ فَأَمْسَكَ الصُّحُفَ الصِّدِّيقُ ثُمَّ إِلَى الْـ ۔۔۔ فَارُوقِ أَسْلَمَهَا لَمَّا قَضَى الْعُمُرَا

٣٠ وَعِنْدَ حَفْصَةَ كَانَتْ بَعْدُ فَاخْتَلَفَ الْـ ۔۔۔ قُرَّاءُ فَاعْتَزَلُوا فِي أَحْرُفٍ زُمَرَا

ت: حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے صحیفوں کو محفوظ رکھا، اسکے بعد جب آپ نے زندگی کے دن پورے کر لئے (بوقتِ وفات) تو ان صحیفوں کو حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد کر دیا، اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد میں یہ صحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ اسکے بعد عام قراء زمانہ کہ ماہرین چند حروف میں اختلاف کرتے ہوئے گروہ در گروہ جدا ہو گئے ـــــــ اس اختلاف کی شکل یہ ہوئی کہ کچھ کلمات جو غیر متواتر طرق سے پہنچے تھے انہیں نیز کچھ تفسیری و توضیحی کلمات کو بھی لوگوں نے اپنے اپنے قرآن میں شامل کر لیا تھا اور بوقتِ تلاوت انہیں بھی پڑھتے اور باہم دگر کہتے کہ میری قرارت تم سے بہتر ہے یکفر بعضہ بعضاً۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ جاتا، اگلے شعر میں فرماتے ہیں!

۳۱؎ وَعَانَ فِی بَعْضِ مَغْزَاهُمْ مُشَاهِدَهُمْ حُذَیْفَۃُ فَرَأَی فِی خُلْفِهِمْ عِبَرًا

ت:۔ اور حضرت حذیفہؓ ان (اختلاف کرنے والوں کے ساتھ کسی غزوہ میں موجود تھے آپ کو ان کے اختلاف میں عبرتیں نظر آئیں!

یعنی آپ کو شدید اندیشہ ہوا کہ تورات اور انجیل کی طرح مبادا قرآن بھی اختلاف، تغیر اور تحریف کا شکار ہو جائے، اس لئے آپ نے اس کے انتظام کے سلسلے میں اپنے اندیشے خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کئے۔

۳۲؎ فَجَاءَ عُثْمَانَ مَذْعُوْرًا فَقَالَ لَهٗ اَخَافُ اَنْ یَّخْلِطُوْا فَادْرِكِ الْبَشَرَا

ت:۔ لہٰذا حضرت حذیفہؓ گھبراہٹ میں خدمتِ عثمانی میں حاضر ہوئے اور اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ مبادا یہ لوگ قرآن اور غیر قرآن کو باہم مخلوط کر دیں ــــــ لہٰذا آپ مخلوق کیلئے تدارک و انتظام فرمائیے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے معتبر صحائف کو امصار و بلاد میں پھیلانے کی غرض سے عرضِ حذیفہ کو سنکر توجہ فرمایا۔

۳۳؎ فَاسْتَحْضَرَ الصُّحُفَ الْاُوْلَی الَّتِیْ جُمِعَتْ وَخَصَّ زَیْدًا وَّمِنْ قُرَیْشٍ نَفَرَا

ت:۔ اور حضرت عثمانؓ نے وہ تمام پہلے صحائف حاضر کرائے جو (بعہد صدیقی) جمع کئے گئے تھے اور (ایک جلد کے اندر جمع کرنے کے لئے) زید ابنِ ثابتؓ کو اور قریش کی ایک جماعت کو خاص کر دیا۔

حضرت زیدؓ کی عظمتِ شان ماسبق میں گذر چکی ہے، آپ کی اعانت اور مدد کیلئے ایک ایسی جماعت کو جو قریشی تھی مامور فرمایا، قریش کی خصوصیت اس لئے کہ قرآن قریش ہی کی لغت میں نازل ہوا ہے، وہ حضرات یہ ہیں: حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ، حضرت اُبَیّ ابن کعبؓ، عبدالرحمٰن ابن حارث ابن ہشام رضی اللہ عنہم۔

۳۴؎ عَلَی لِسَانِ قُرَیْشٍ فَاكْتُبُوْهُ كَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ بِهٖ اِنْزَالُهٗ انْتَشَرَا

ت:۔ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جامعین سے یہ فرمایا کہ قریش کی لغت کے موافق قرآن کی کتابت کرو جیسا کہ نزولِ قرآن کی شہرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی لغت کے ساتھ ہوئی ہے۔

یعنی کسی لفظ کی کتابت کے دوران اختلافی صورت رونما ہو تو اسے قریش کی لغت کے

موافق لکھا جائے، کیونکہ قرآن کا نزول اسی لغت میں ہوا ہے، چنانچہ ایک موقع اختلاف کا لفظ اَلتَّابُوْتُ کی کتابت میں آیا تو آپ نے حسب لغتِ قریش اسے دراز تا کی صورت میں لکھنے کا حکم فرمایا یعنی "سبعة احرفٍ" میں سے ایک حرف اور ایک لغت کے موافق قرآن کی کتابت کرائی گئی اور باقی چھ کو کتابت سے حذف کرا دیا گیا مگر قرارۃ اور تعلیم میں سبعة اَحرفٍ مکمل باقی ہیں، نیز رسم و کتابت پر صحابہ اور تابعین کا اتفاق و اجماع ہے۔ اور یہ رسم ایسی عظیم ہے کہ جملہ قرارت کی حامل اور سب کو شامل ہے۔

۳۵ فَجَرَّدُوْهُ كَمَا هُوَى لِيَحْتَمِلَا مَافِيهِ شَكْلٌ وَلَا نُقْطٌ فَيَحْتَجِرَا

ت:- اور ان کاتبین نے قرآن کو (تفسیری الفاظ) کی کتابت سے حسبِ خواہشِ عثمانی خالی رکھا، یعنی اس کتابت میں نہ تو حرکات تھیں اور نہ ہی نقطے تاکہ (اختلافِ قرارت کو) روک دیں۔ یعنی قرآن کی کتابت غیر معرب اور غیر منقوط کرائی گئی تاکہ دیگر قرارت کو بھی یہ رسم شامل رہے، اعراب اور نقطوں کی وجہ سے صرف ایک ہی قرارت کا اظہار ہوتا، مثلاً قَدَرُهُ میں دال پر فتحہ سے اسکانِ دال کی قرارت کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے (جو ابنِ ذکوان، حفص اور اخوین کے ماسوا کی قرارت ہے) اسی طرح يُقْبَلُ میں یا کے نقطے سے تُقْبَلُ تا کی قرارت کی گنجائش نہ رہتی (جو مکی کی قرارت ہے) یہ حضرات اہلِ عرب اور اہلِ علم تھے اس لئے غیر معرب اور غیر منقوط قرآن کی تلاوت ان کے لئے مشکل نہ تھی، لیکن جب علم گھٹنے لگا اور اسلام عرب سے نکل کر عجم میں پھیلنا شروع ہوا تو کم علمی اور اجنبی زبان ہونے کی وجہ سے تلاوت میں غلطیاں ہونے لگیں اس لئے بتدریج اعراب اور نقطے لگائے گئے۔

حسبِ روایتِ موسیٰ جارُ اللہ سب سے پہلے نہایت اہتمام سے اعراب اور نقطے بحکم حجاج بن یوسف نصر بن عاصم لیثی نے لگائے، اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً ابوالاسود ظالم بن عمرو بن سفیان الدئلی نے تنوین و حرکات مقرر کیں، اس کے بعد خلیل ابنِ احمد نے تشدید اور ہمزہ اور روم و اشمام کی علامات جاری کیں، اور ایک قرآن مجید جو امام ابن سیرین کے پاس تھا اس میں نقطے یحییٰ ابن یعمر نے لگائے تھے، بہرحال نقطوں کا طریق اولاً انہیں حضرات کا جاری کردہ تھا، یہ تینوں بصرہ کے جلیل القدر تابعی ہیں۔

۳۶ وَسَارَ فِي نُسَخٍ مِنْهَا مَعَ الْمَدَنِيْ كُوْفٍ وَشَامٍ وَبَصْرٍ تَمْلَأُ الْبَصَرَا

ت:- اور یہ قرآن متعدد نسخوں میں مرتب ہو کر بحکم حضرت عثمان رض بلاد و امصار میں) جاری ہو گیا

ان میں سے مصحفِ مدنی کے ساتھ کوفی، شامی، اور بصری صحائف تو ایسے خوش منظر تھے جو نگاہوں کو پر رونق بناتے تھے۔

اس شعر سے پانچ صحائف کی تعداد کا جو بہر حال اتفاقی ہے، پتہ چلتا ہے، مدنی، کوفی شامی، بصری، مکی (اور ایک مصحفِ امام جو خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہتا تھا) یہ مصاحفِ خمسہ ان بلادِ خمسہ میں روانہ کر دیے گئے ساتھ ہی تعلیم و نگرانی کے لئے پانچ ممتاز صحابہ بھی متعین کئے گئے چنانچہ زید ابن ثابت رض مدینہ اور حضرت عبد اللہ ابن السائب رض مکہ، حضرت مغیرہ ابنِ شہاب رض شام، حضرت ابو عبد الرحمن السلمی رض کوفہ اور حضرت عامر ابن عبد اللہ القیس رضی اللہ عنہم بصرہ میں نگراں مقرر ہوئے اس طرح تعدادِ مصاحف مصحفِ امام کو لے کر چھ ہو جاتی ہے۔ بعض نے کچھ اور تعداد بتائی ہے، فرماتے ہیں۔

۳۷ وَقِيلَ مَكَّةُ وَالْبَحْرَيْنِ مَعْ يَمَنٍ ضَاعَتْ بِهَا نُسَخٌ فِي نَشْرِهَا قُطُرَا

ت ۳۷ اور بقولِ بعض مکہ، بحرین اور یمن میں (بھی تین نسخے) مشہور ہو کر عود کی طرح شائع ہو گئے

اس شعر سے مصاحف کی تعداد آٹھ ظاہر ہوتی ہے، ساتواں بحرین اور آٹھواں یمن اِرسال کیا گیا، بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک نسخہ حضرت عثمان رض نے مصر بھی روانہ فرمایا۔

۳۸ وَقَالَ مَالِكُ الْقُرْآنُ يُكْتَبُ بِالْـ ـكِتَابِ الْأَوَّلِ لَا مُسْتَحْدَثًا سُطِرَا

ت ۳۸ اور امام مالک رح نے فرمایا ہے کہ قرآن کی کتابت پہلی ہی طرز پر کی جائے کسی جدید طرز پر نہ لکھا جائے۔

یعنی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اشہب نے دریافت کیا کہ الفاظِ قرآنی تلفظ اور قرأت کے موافق کیوں نہ لکھے جائیں، جیسا کہ بعض کلمات و حروف ہیں کہ پڑھے جاتے ہیں کچھ اور لکھے گئے ہیں کچھ مثلاً اَنَا ضمیر متکلم اور لَاۡاِلَی الْجَحِیْمِ وغیرہ کہ اول کو وصلاً اور ثانی کو حالین میں بغیر الف کے پڑھا جاتا ہے مگر اس کی کتابت الف کے ساتھ ہے، محققین کی رائے بھی یہی ہے، کہ قرآن کی کتابت اصل اور اولین کتابت و طرز پر ہی باقی رکھا جائے اس میں تبدیلی نہ کی جائے۔

۳۹ وَقَالَ مُصْحَفُ عُثْمَانٍ تَغَيَّبَ لَمْ نَجِدْ لَهُ بَيْنَ أَشْيَاخِ الْهُدَى خَبَرَا

ت ۳۹ نیز امام مالک رح نے فرمایا کہ عثمان رض کا قرآن غائب ہو گیا ہے، ہم ہدایت کے شیوخ میں اس کی اطلاع نہیں پاتے۔ یعنی وہ قرآن جو حضرت عثمان رض کی گود میں بوقتِ شہادت

تھا جس پر آپ کے خونِ شہادت کے کچھ چھینٹے بھی پڑے تھے۔

۴۰ اَبُو عُبَیْدٍ اُولُوا بَعْضِ الْخَزَائِنِ لِیْ — اِسْتَخْرَجُوْهُ فَاَبْصَرْتُ الدِّمَا اَثَرَا

ت:۔ ابو عبید (قاسم بن سلّام) نے فرمایا کہ میرے لئے بعض ذخیرۂ کتب والوں نے اس مصحفِ عثمانی کو نکالا (اور دکھایا) تو میں نے خون کا اثر دیکھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وہی قرآن ایک کتبخانہ میں مل گیا جس میں بوقتِ شہادت آپ تلاوت فرما رہے تھے، تو میں نے متعدد مقامات پر خون کے دھبّے دیکھے۔

۴۱ وَرَدَّهُ وَلَدُ النَّحَّاسِ مُعْتَمِدًا — مَا قَبْلَهُ وَاَبَاهُ مُنْصِفٌ نَظَرَا

ت:۔ اور (ابوجعفر) ابن النحاس نے اس سے قبل (شعر ۳۹) پر اعتماد کرتے ہوئے ابو عبید کے قول کا رد کیا ہے۔ اور منصف اہل نظر علماء نے ابوجعفر ابن النحاس کے رد کا انکار کیا ہے۔ (ابوجعفر احمد بن محمد النحّاس نحوی مصری م ۳۳۸ھ)

یعنی محققین فرماتے ہیں کہ ماسبق کے قول امام مالکؒ کو بنیاد بنا کر ابو عبید کی زیارت مصحف عثمانی کی تردید اس لئے صحیح نہیں کیونکہ امام مالکؒ نے صرف یہ فرمایا کہ ہمیں اس کا پتہ نہیں لگا بس اس سے یہ دلیل بنانا کہ اب اور کسی کو نہ مل سکتا ہے نہ کوئی اس کی زیارت کر سکتا ہے، کیونکر صحیح ہوگا۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں۔

۴۲ اِذْ لَمْ یَقُلْ مَالِکٌ لَاحَتْ مَهَالِکُهُ — مَا لَا یَفُوْتُ فَیُرْجٰی طَالَ اَوْ قَصُرَا

ت:۔ (ابوجعفر کی تردید کے انکار کی وجہ) اس لئے کہ امام مالکؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ امام مصحفِ کا ضیاع ظاہر ہوگیا ہے، جو چیز ضائع اور فوت نہ ہوگئی ہو اس کے ظہور و زیارت کی امید کی جا سکتی ہے (خواہ اس کی پوشیدگی اور غائب ہونے کا زمانہ) طویل گذر جائے یا کم۔

لہٰذا ہر دو حضرات کی باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔

۴۳ وَبَیْنَ نَافِعِهِمْ فِیْ رَسْمِهِمْ وَاَبِیْ — عُبَیْدِنِ الْخُلْفُ فِیْ بَعْضِ الَّذِیْ اَثَرَا

۴۴ وَلَا تَعَارُضَ مَعْ حُسْنِ الظُّنُوْنِ فَطِبْ — صَدْرًا رَحِیْبًا بِمَا عَنْ کُلِّهِمْ صَدَرَا

ت:۔ اور اہلِ رسم میں سے امام نافع (مدنی) اور ابو عبید کے مابین ان کی رسم کے بعض اس حصے میں اختلاف بھی ہے جنہیں دونوں نے نقل کیا ہے۔ (ولیکن) حسنِ ظن کے ہوتے ہوئے یہ کوئی ایسا تعارض نہیں (جس کی تاویل نہ ہو سکے) لہٰذا تم وسعت صدر کے ساتھ خوش ہوجاؤ اس رسم پر جو ائمہ سے صادر ہوئی ہے۔

چونکہ امام نافع مدنیؒ رسم کو مصحفِ مدنی سے نقل کرتے ہیں اور حضرت ابوعبیدؒ مصحفِ عثمانی سے، اور ان دونوں مصاحف میں بعض جگہ کچھ تھوڑا سا فرق بھی ہے اس لئے ان دونوں حضرات کی روایتوں میں کہیں کہیں اختلاف بھی ہوجاتا ہے، یہ نقل قرآنی جملہ مصاحف کو پیشِ نظر رکھ کر سب کا مطالعہ کر کے نہیں ہوتی ہے بلکہ جیسے جو مصحف ہاتھ لگا اسی میں سے نقل کر دیا ہے۔ (امام نافع مدنی م ۱۶۹ھ کے حالات سے واقف ہیں۔ ابوعبید ابنِ سلام علم کے پہاڑ تھے، ثقہ اور معتبر تھے ولادت ۱۵۴ھ وفات ۲۲۴ھ)

۴۵ وَهَاكَ نَظْمَ الَّذِي فِي مُقْنِعٍ عَنْ أَبِي ... عَمْرٍو وَفِيهِ زِيَادَاتٌ فَطِبْ عُمُرَا

ت:۔ اور تم اس نظم کو قبول کر لو جو ابوعمرو دانیؒ کی (کتاب فی فن الرسم) مُقْنِع سے (ماخوذ ہو کر منظوم) ہے۔ اور اس کے اندر کچھ زیادات بھی ہیں لہٰذا تم شادماں ہو جاؤ کہ عمر عمدہ گزرے اور حیات کی شادمانی نصیب ہو۔

ناظمؒ نے اپنے اس قصیدہ میں علامہ دانیؒ کی فن رسم میں مشہور کتاب اَلْمُقْنِعْ کے مضامین منظوم فرمایا ہے اور قصیدہ شاطبیہؒ لامیہ کی طرح اس کے اندر بھی اصلِ کتاب سے کچھ زائد مضامین بیان فرمایا ہے۔

علامہ دانیؒ کی ایک کتاب نقاط المصحف پر بھی ہے جس کا نام محکم ہے۔

چونکہ فنِ رسم میں اصول زیادہ ہیں اور فروش کم، اس لئے علامہ شاطبیؒ نے اس قصیدے میں شاطبیہ کے برخلاف فرش کو اصول سے پہلے ذکر کیا ہے، جس کا سلسلہ شعر ۱۲۸ تک ہے۔ اب آگے حسبِ ترتیبِ سُوَر حذف و اثبات کا بیان ہے۔

اِسْم کا ہمزہ لفظ بسم اللہ (بشمولِ ابتدا سُوَر، ہود ع۴ اور نمل ع۲) میں کتابۃً محذوف ہوتا ہے۔

مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ إِلَى سُورَةِ الْأَعْرَافِ

۴۶ بِالصَّادِ كُلٌّ صِرَاطٍ وَالصِّرَاطِ وَقُلْ ... بِالْحَذْفِ مَٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ مُقْتَصِرَا

ت:۔ صِرَاط اور الصِّرَاط کے تمام الفاظ بالصاد مرسوم ہیں۔ (صاد کی قرارت رسم کے

مطابق اور سین کی اصل کے موافق ہے) اور مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بحذف الالف بیان کردو، یہ حذف الف مٰلِكِ جو ہے اسی سورۂ فاتحہ کے اندر مقتصر اور محصور ہے (نہ کہ) اور کوئی مٰلِكِ جیسے مٰلِكَ الْمُلْكِ کہ ایک روایت میں حذف الف ...... بھی ہے مگر یہ اجماعی نہیں ہے)

٤٧ وَاحْذِفْ فَهُمَا بَعْدُ فِي ادّٰرَءْتُمْ وَمَسَا ... كِيْنَ هُنَا وَمَا يُخٰدِعُوْنَ جَرٰى

ت :- اور تم لفظ فادّٰرَءْتُمْ میں فا سے متصل والے الف کے بعد دونوں الفوں کو حذف کردو (یعنی دال اور را کے بعد والے الف کو) اور یہاں (ع ٢٣) مَسٰكِيْنَ اور (ع ٢) يُخٰدِعُوْنَ دونوں جگہ (محذوف الالف) جاری ہے۔

ایک يُخٰدِعُوْنَ سورۂ نساء ع ٢١ میں بھی ایسا ہی ہے مگر سہواً چھوٹ گیا ہے۔

٤٨ وَقٰتِلُوْهُمْ وَافْعَالُ الْقِتَالِ بِهَا ... ثَلٰثَةٌ قَبْلَهُ تَبْدُوْا لِمَنْ نَّظَرَا

ت :- اور وَقٰتِلُوْهُمْ (بقرہ ع ٢٤) اور قِتَال کے تینوں صیغے اس (قٰتِلُوْهُمْ) سے پہلے اہلِ نظر کے لئے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

٤٩ هُنَا وَيَبْصُۜطُ مَعْ مُصَيْطِرٍ وَّكَذَا الْـ ... ـمُصَيْطِرُوْنَ بِصَادٍ مُّبْدَلٍ سُطِرَا

ت :- یہاں (ع ٣٢) لفظ وَيَبْصُۜطُ اور بِمُصَيْطِرٍ (غاشیہ) اور اسی طرح اَلْمُصَيْطِرُوْنَ (طور ع ٢) صاد سے مسطور ہیں، جو (سین سے) مبدّل ہیں۔ اور چوتھا بَصْطَةً اعراف میں آئے گا)

٥٠ وَفِي الْاِمَامِ اهْبِطُوْا مِصْرًا بِهِ اَلِفٌ ... وَقُلْ وَمِيْكٰلَ فِيْهِ حَذْفُهَا ظَهَرَا

ت :- اور اِهْبِطُوْا مِصْرًا (بقرہ ع ٧) میں مصحفِ امام میں (اور دیگر مصاحف میں بھی) الف (بعد الرّا) ہے (اس کے علاوہ باقی مِصْرَ بغیر الف کے غیر منصرف اجماعاً ہے) اور تم بیان کردو کہ مِيْكٰلَ میں بھی اس کے الف کا حذف ہی ظاہر ہوا ہے۔

٥١ وَنَافِعٌ حَيْثُ وٰعَدْنَا خَطِيْـٰٓئَتُهُ ... وَالصّٰعِقَةُ الرِّيٰحِ تَفْدُوْهُمْ هُنَا اعْتَبَرَا

ت :- اور نافع نے (بھی) وٰعَدْنَا جہاں بھی آئے، اور خَطِيْـٰٓئَتُهُ، وَالصّٰعِقَةُ، الرِّيٰحِ، یہاں تَفْدُوْهُمْ میں (حذف الف کا) اعتبار کیا ہے۔

یعنی اس شعر کے پانچوں کلمات میں الف محذوف الرّسم ہے، الف والوں کی قراءت کھڑے زبر سے ہوگی۔ هُنَا کی قید اَلصّٰعِقَةُ اور الرِّيٰحِ کے ساتھ اس لئے ہے کہ ان دونوں کلمات میں حذف الف بطور کلیہ تو ہے ہی لیکن خصوصیت یہ ہے کہ ان میں حذف نافع کی صریح روایت سے بھی آیا ہے۔

۵۲ مَعَادِفَعُ رِهٰنٌ مَعَ مُضٰعَفَۃً وَعٰهَدُوا وَهُنَا تَشٰبَهَ اخْتُصِرَا

ت :- دِفٰعُ (اللہِ) دونوں جگہ (ع ۳۳ ج ع ۶) فَرِهٰنٌ (ع ۳۹) اور مُضٰعَفَةً (آل عمران ع ۱۴) اور عٰهَدُوا (ع ۱۱، ع ۲۲) اور تَشٰبَهَ یہاں (ع) نہ کہ آل عمران ع) ان پانچوں کلمات میں بروایتِ نافع مختصر ہے یعنی حذف الف ہے۔

۵۳ یُضٰعِفُ الْخُلْفُ فِيهِ كَيْفَ جَاوَكِتٰبِهِ وَنَافِعُ فِي التَّحْرِيمِ ذَاكَ أَرَى

ت :- یُضٰعِفُ جس طرح بھی آئے اور وَكِتٰبِهِ (بقرہ ع ۲) میں خلف ہے اور (وَكِتٰبِهِ ع ۲) تحریم میں بھی نافع نے یہی (حذف الف) ظاہر کیا ہے۔ بقرہ ع ۳۲ حدید ع ۲ کے یُضٰعِفُ میں تو خلف ہے اور اس کے علاوہ باقی میں صرف حذف ہے، یُضٰعِفُ میں ہر جگہ خلف کو سہواً فرمادیا ہے۔

۵۴ وَالْحَذْفُ فِي يَاءِ إِبْرٰهِيمَ قِيلَ هُنَا شَامٍ عِرَاقٍ وَنِعْمَ الْعِرْقُ مَا انْتَشَرَا

ت :- اور اِبْرٰهِيمَ کی یا ء میں کہا گیا ہے کہ یہاں حذف شامی اور عراقی (کوفی بصری رسم) ہے (بقرہ ع ۱۵، ع ۱۶، ع ۳۵) اور اصل اور رگ (گھاس کی بیل) عمدہ ہے جبکہ پھیل جائے۔

مدنی و مکی مصاحف میں سورۂ بقرہ کے اِبْرٰهِيمَ کی یا ثابت ہے۔ چونکہ قرارت اس لفظ کی اِبْرٰهٰم بھی ہے یہ لفظ اختلافی تینتیس ۳۳ ہے، حذف یا و الی رسم مشہور ہے اس لئے بہتر ہے جس کے لئے نِعْمَ الْعِرْقُ مَا انْتَشَرَا کہا۔

۵۵ أَوْصٰى الْإِمَامُ مَعَ الشَّامِيِّ وَالْمَدَنِي شَامٍ وَقَالُوا بِحَذْفِ الْوَاوِ قَبْلُ يُرٰى

ت :- أَوْصٰى (بقرہ ع ۱۶ اثبات الف قبل الواو) شامی مدنی اور مصحف امام کی رسم ہے (ان تینوں مصاحف میں واو سے پہلے الف مرسوم ہے ان کے ما سوا میں حذفِ الف سے وَوَصّٰى ہے) اور شامی میں قاف سے پہلے واؤ محذوف الرسم ہے (یعنی قَالُوا) یُرٰى دیکھا جاتا ہے۔

۵۶ يُقٰتِلُونَ الَّذِينَ الْحَذْفُ مُخْتَلِفٌ فِيهِ مَعًا طَعْ ۱۳-۱۲ عَنْ نَافِعٍ وَقَرَا

۵۷ وَقٰتَلُوا وَثُلُثٌ مَعَ رُبُعٍ كِتَابَ اللہِ مَعَهُ ضِعٰفًا عَقَدَتْ حَصَرَا

۵۸ مُرٰغَمًا قٰتَلُوا الْمُسْتَمِ ۱۳، ۱۲ بِهِمَا حَرْفَا السَّلٰمِ رِسٰلَتَهُ مَعًا أَثَرَا

۵۹ وَبٰلِغَ الْكَعْبَةِ احْفَظْهُ وَقُلْ قِيٰمًا ۲۰، ۱۹ وَالْأَوَّلِينَ ۲۱ وَأٰكِلُونَ ۲۲ قَدْ ذُكِرَا

ت :- ۵۶ (آل عمران ع ۲) میں حذف مختلف فیہ ہے (یعنی بروایت نصیر حذف و اثبات دونوں ہیں) ۵۶ ۲-۳ (آل عمران ع ۵، مائدہ ع ۱۵) نافع سے دونوں سے باوقار ہے اور ۷ آل عمران ع ۲۰) ۵۷ (ع ۴) ساتھ ہی ۵ (ع) ۹ (ع) ۱۰ النساء ع ۱۴) ۱۱ فَاقْتُلُوكُمْ ع ۱۲ و ۱۳ ان دونوں میں (النساء ع، مائدہ ع ۲) اور

۱۴ و ۱۵ کے دونوں لفظ (مائدہ ع۳ انعام ع۱۵) اور ۱۶ و ۱۷ کے دونوں (مائدہ ع۱، انعام ع۱۵) ان پانچوں کلمات کو بھی نافع نے حذف الف سے نقل کیا ہے۔ اور ۱۸ (مائدہ ع۱۳) کو بھی حذفِ الف ہی سے محفوظ کرلو اور رکھدو کہ ۱۹ و ۲۰ دونوں جگہ (نساء ع۱ مائدہ ع۱۳) اور ۲۱ (مائدہ ع۱۴) اور ۲۲ (مائدہ ع۷) یہ چاروں کلمات بھی نافع نے حذفِ الف سے بیان کیا ہے۔

ان چاروں اشعار میں بائیس ۲۲ کلمات ہیں سب پر نمبر ڈالدئے گئے ہیں، ترجمہ میں اختصارًا نمبر وار ترجمہ کیا گیا ہے، ان سب میں صرف ۱ میں حذفِ نصیر سے ہے، باقی اکیس میں نافع سے، دیگر اہل رسم بھی ان کے ساتھ متفق ہیں لہٰذا یہ اجماعی ہے۔

۶۰ وَقُلْ مَسٰكِيْنَ عَنْ خُلْفٍ وَّهُوْدُ بِهَا   وَذِيْ وَيُوْنُسَ الْاُوْلٰى سِحْرٌ خُبِرَا

ت:۔ اور تم مَسٰكِيْنَ (مائدہ ع۱۳) میں حذفِ الف بالخلف بیان کرو (یہ خلف نصیر سے ہے۔ نافع سے صرف حذف ہے) اور لفظ سِحْرٌ سورۂ ہود (ع۱) میں اور اس (مائدہ ع۱۵) میں اور یونس میں اولیٰ حذف سے جانا گیا ہے۔

۶۱ وَسَارِعُوا الْوَاوُ مَكِّيٌّ عِرَاقِيَةٌ   وَبَاوَبِالزُّبُرِ الشَّامِيْ فَشَا خَبَرَا

۶۲ وَبِالْكِتٰبِ وَقَدْ جَاءَ الْخِلَافُ بِهِ   وَرَسْمُ شَامٍ قَلِيْلًا مِّنْهُمْ كَثُرَا

ت:۔ وَسَارِعُوا میں اثبات واو کی رسم مصاحف مکی و بصری کی ہے (مدنی و شامی میں حذف واو سے سَارِعُوا ہے) اور وَبِالزُّبُرِ (آل عمران ع۱۹) کی بآ ر کا اثبات شامی مصحف کا رسم ہے جو خبر کے اعتبار سے مشہور ہوگئی ہے۔ اور وَبِالْكِتٰبِ میں اثبات بآ میں اختلاف ہے (چنانچہ اسی بنا پر ان دونوں کلمات میں قرارت کا بھی ایسا ہی اختلاف ہے) اور قَلِيْلًا مِّنْهُمْ میں الف سے رسم شامی کی غالب و مشہور ہے (شامی کے علاوہ میں بغیر الف کے قَلِيْلٌ ہے)۔

۶۳ وَرَسْمُ وَالْجَارِ ذَا الْقُرْبٰى بِطَائِفَةٍ   مِنَ الْعِرَاقِ عَنِ الْفَرَّاءِ قَدْ نَدَرَا

ت:۔ اور وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى میں ذال کے بعد الف کی رسم جو عراق کی ایک جماعت سے ہے جو فراؔ سے منقول ہے شاذ ہے۔ یعنی فراؔ کا یہ قول شاذ ہے کہ کوفی مصحف میں ذَا الْقُرْبٰى بالالف مرسوم ہے، کیونکہ ذِيْ منصوب کسی بھی قرارت میں نہیں ہے۔

۶۴ مَعَ الْاِمَامِ وَشَامٍ يَّرْتَدِدْ مَدَنِيْ   وَقَبْلَهٗ وَيَقُوْلُ بِالْعِرَاقِ يُرٰى

ت:۔ (مائدہ ع۸) مَنْ يَّرْتَدِدْ دو دالوں کی رسم مصحف امام مدنی و شامی کی ہے (باقی میں مَنْ يَّرْتَدَّ ایک دال مشدد ہے) اور اس لفظ سے قبل وَيَقُوْلُ (الَّذِيْنَ) میں واو کے

اثبات کی رسم کوفی و بصری مصاحف میں دیکھی جاتی ہے۔

۶۵ وَبِالْغُدَاوَةِ مَعًا بِالْوَاوِ كُلُّهُمْ وَقُلْ مَعًا فَرَّقُوا بِالْحَذْفِ قَدْ عُمِرَا

ت:۔ اور بِالْغَدَاةِ دونوں جگہ (انعام ع۶ و کہف ع۴) میں سب ہی مصاحف میں واو مرسوم ہے اور تم فَرَّقُوا ہر دو جگہ (انعام ع۲۰ روم ع۴) کے الف کو محذوف الرسم بیان کرو یہی ثابت کیا گیا ہے۔

۶۶ وَقُلْ وَلَا طَائِرٍ بِالْحَذْفِ نَافِعُهُمْ وَمَعَ أَكَابِرَ ذُرِّيَّاتِهِمْ نَشَرَا

ت:۔ اور تم بیان کردو کہ نافع نے وَلَا طٰئِرٍ (انعام ع۴) اور اَکٰبِرَ (ع۱۵) اور ذُرِّیّٰتِهِمْ (ع۱) میں حذفِ الف سے پھیلایا ہے۔ یعنی ان کلماتِ ثلثہ میں حذفِ الف کی رسم نافع سے مروی ہے، باقی بھی ان کے ساتھ متفق ہیں۔

۶۷ وَفَالِقُ الْحَبِّ عَنْ خُلْفٍ وَجَاعِلُ وَالْـ كُوفِيُّ أَنْجَيْتَنَا فِي تَائِهِ اخْتَصَرَا

ت:۔ اور بروایت نصیر، فٰلِقُ الْحَبِّ اور جٰعِلُ (الَّیْلِ) دونوں بالخلف ہے اور (لَئِنْ) اَنْجَیْتَنَا (ع۸) میں مصحف کوفی میں اس کی تا مختصر (اور محذوف) ہے (یعنی مصحف کوفی میں لفظ اَنْجٰنَا ہے۔ ہیں تو دو شوشے مگر پہلا شوشہ الف کا ہے جو مبدّل مِنَ الْیاء ہے اور دوسرا نون کا ہے۔

۶۸ لَدَا ارْشَامٍ وَقُلْ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَا ئِهِمْ بِيَاءٍ بِهِ مَرْسُومُهُ نَصَرَا

ت:۔ (انعام ع۱۶ میں) لَدَا شامی رسم ہے (ایک لام اور دال مخفف سے لامِ ثانی تعریف کا غیر مرسوم ہے) اور تم بیان کردو کہ اَوْلَادَهُمْ شُرَکَآئِهِمْ (ع۱۶) میں ہمزہ بعد الالف اسی مصحف شامی میں مرسوم الیاء ہے (بحالتِ جری) اور اس کی رسم نے تائید کی ہے (باقی مصاحف میں ہمزہ بشکل واو مرسوم ہے زَیَّنَ کا فاعل ہو کر)۔

وَمِنْ سُورَةِ الْأَعْرَافِ إِلَى سُورَةِ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ

۶۹ وَنَافِعٌ نُطْلِلْ مَعًا وَطَائِرُهُمْ بِالْحَذْفِ مَعْ كَلِمَاتِهِ مَتَى ظَهَرَا

۷۰ مَعًا خَطِيئَاتِ وَالْيَا ثَابِتٌ بِهِمَا عَنْهُ الْخَبِيثُ حُرُوفُهُ وَلَا كَدَرَا

ت:۔ ۱و۲ دونوں جگہ (اعراف ع۱۶ ہود ع۶) اور ۳ (اعراف ع۱۶ و ۲۲ جہاں بھی آئے یہ کلمات

حذف الف سے ہیں، ۵۵،۷۵ دونوں جگہ (اعراف ع، نوح ع حذف الف سے مروی ہے) اور ان دونوں کلمات میں (بعد طا) یا ثابت ہے، اور ۸۶،۹۷ کے دونوں کلمات (اعراف ع، انبیاء ع)........ حذف الف کے ساتھ نافع سے) بالکل بے غبار ہیں۔

یہ کلمات نافع سے مروی ہیں، کسی کا اختلاف نہ ہونے کے باعث یہ حذف اجماعی ہے۔

۱ هُنَا وَفِي يُونُسٍ بِكُلِّ سَاحِرٍ لِلتَّ ـ تَاخِيرُ فِي الْأَلِفِ بِهِ الْخِلَافُ يُرَى

ت:۔ یہاں (اعراف ع) اور یونس (ع) میں کُلِّ سَاحِرٍ میں الف میں تاخیر ہے (یعنی الف سین کے بعد نہیں بلکہ حا کے بعد ہے) یہ تاخیر بالخلف ہے، ــــ یعنی الف تو ہے مگر نصیر کی بعض روایت میں سین کے بعد اور بعض میں حاء کے بعد ہے، اور سورتوں کی تعین سے شعراء ع خارج ہو گیا کیونکہ یہ متفقہ طور پر بعد حاء ہے۔

۲ وَيَاوَرِ يَشَاءُ خُلْفٌ بَعْدَهُ الْأَلِفُ ـ وَطَاءُ طَائِفٌ أَيْضًا فَازِكُ مُخْتَبِرًا

ت:۔ اور وَرِيشًا (اعراف ع) کی یاء کے بعد الف بالخلف ہے اور طَيْفٌ (اعراف ع) میں بھی طاء کے بعد الف بالخلف ہے لہٰذا تم محقق بن کر پاک و صاف بن جاؤ۔

۳ وَبَصْطَةً بِاتِّفَاقٍ مُفْسِدِينَ وَقَا ـ لَ الْوَاوُ شَامِيَةٌ مَشْهُورَةٌ أَثَرًا

ت:۔ اور بَصْطَةً (اعراف ع) کی رسم بالصاد اتفاقی ہے، اور مُفْسِدِينَ وَقَالَ (الْمَلَأُ) میں واو عاطفہ شامی مصحف کا ہے اور یہ واو نقلاً مشہور ہے۔ (باقی میں بغیر واو کے)

۴ وَحَذْفُ وَاوِ وَمَا كُنَّا وَمَا يَتَذَكَّ ـ رُونَ يَاهُ وَأَنْجَاكُمْ لَهُمْ زُبُرًا

ت:۔ اور وَمَا كُنَّا (ع) میں حذفِ واو، مَا يَتَذَكَّرُونَ (ع) میں تا سے قبل یاء غیب اور أَنْجَاكُمْ (ع) میں (جیم و کاف کے درمیان ایک شوشہ ہے) یہ (جو کچھ بیان ہوا) اہلِ شام کے لئے مرسوم ہے۔

۵ وَمَعْ قَدْ أَفْلَحَ فِي قَصِّ آمَنْتُ مَعْ ـ مَسَاجِدَ اللهِ الْأُولَى نَافِعٌ أَثَرًا

۶ وَمَعْ خِلَافَ وَزَادَ اللَّامَ لِفَ أَلِفًا ـ لَا أَوْضَعُوا جُلُّهُمْ وَاجْمَعُوا زُمَرًا

۷ لَا أَذْبَحَنَّ وَعَنْ خُلْفٍ مَعًا لَا إِلَى ـ وَمِنْ تَحْتِهَا أُخْرَ الْمُحِيطِ هُمْ زُبُرًا

ت:۔ اور آمَنْتُ (انفال ع)، مَعْ قَدْ أَفْلَحَ (المؤمنون ع) اور مَسَاجِدَ اللهِ (توبہ ع) پہلا اور خِلَافَ (توبہ ع) ان سب میں نافع نے (دیگر اہلِ رسم کی طرح) حذفِ الف سے نقل کیا ہے، اور جلیل القدر کاتبین نے لَا أَوْضَعُوا میں (توبہ ع) لام الف میں ایک الف کا

اضافہ کیا ہے، (اکثر کاتبین نے، اور بعض کا اختلاف بھی ہے) اور لَا اَذْبَحَنَّہٗ (نمل ع۲) میں الف
کی زیادتی میں سب ہی کاتبین متفق الجماعت ہیں (یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں) اور لَاۡاِلَی
دونوں جگہ (آل عمران ع۱۷) صٰفّٰت ع۲) بالخلف ہے (الف کی زیادتی میں خُلف ہے) اور مکی
نے آخری تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ میں (توبہ ع۱۳) مِنْ کا اضافہ کرکے لکھا ہے (آخری کی قید سے ع۹ و ۱۱
خارج ہو گئے کہ یہ اجماعًا مِنْ کے ساتھ ہیں ۔

ع۷۸ وَدُوْنَ وَاوِ الَّذِيْنَ الشَّامِ وَالْمَدَنِيْ — وَحَرْفُ يُنْشِرُكُمْ بِالشَّامِ قَدْ نُشِرَا

ت:- اور اَلَّذِيْنَ (اتَّخَذُوْا توبہ ع۱۳) شامی ومدنی مصاحف میں بغیر واو عاطفہ کے ہے اور شامی
مصحف میں (یونس ع۳ يُسَيِّرُكُمْ کے بجائے) يَنْشُرُكُمْ مشہور ہوا ہے ۔

ع۷۹ وَفِيْ لِنَنْظُرَ حَذْفُ النُّوْنِ رُدَّ وَفِيْ — اِنَّا لَنَنْصُرُ عَنْ مَنْصُوْرٍ انْتَصَرَا

ت:- اور لِنَنْظُرَ (یونس ع۲) اور اِنَّا لَنَنْصُرُ (غافر ع۶ دونوں) میں نون کا حذف عالم مؤید اور
غالب کی جانب سے رد کر دیا گیا ہے (مگر یہ غیر معتبر اور غیر مسلّم ہے، دونوں کا اثبات ہی صحیح ہے)

ع۸۰ غَيٰبٰتِ نَافِعٌ وَاٰيٰتٌ مَعَهٗ وَعَنْـ — ـهُ بَيِّنٰتٍ فِيْ فَاطِرٍ قُصِرَا

ع۸۱ وَفِيْهِ خُلْفٌ وَّاٰيٰتٌ بِهٖ اَلِفُ الْـ — اِمَامِ حَاشَ بِحَذْفٍ صَحَّ مُشْتَهِرَا

ت:- دونوں لفظ) غَيٰبٰتِ (یوسف ع۲) اور اٰیٰت (ع۱) جو غَيٰبٰتِ کے ساتھ ہے نافع
(سے حذف الف سے) ہے اور فاطر (ع۵) میں بَيِّنٰتٍ انہی (نافع) سے بقصر الالف مرسوم
ہے اور اس بَيِّنٰتٍ میں خلف ہے (یعنی دوسری روایت سے اثبات بھی ہے) اور
اٰیٰتٌ میں مصحف امام میں تو الف ہے (یعنی دوسرے میں حذف ہے)
خلاصہ یہ کہ غَيٰبٰت میں صرف حذف، اور دونوں میں دونوں ہے، مگر حذف اکثری
ہے) اور لفظ حَاشَ (دونوں جگہ) شین بعد الف حذف کے ساتھ صحیح اور مشہور ہے
(تین مقدم الذکر میں واحد و جمع کا اختلاف تو معلوم ہے)

ع۸۲ وَبِالَدٰى غَافِرٍ عَنْ بَعْضِهِمْ اَلِفٌ — وَهٰهُنَا اَلِفٌ عَنْ كُلِّهِمْ ظَهَرَا

ت:- اور غافر (ع۲) کے لَدَى (الْحَنَاجِرِ) میں یا کی رسم بعض سے بشکلِ الف ہے (اور
بعض قرآن میں یا) لیکن یہاں (یوسف میں لفظ لَدَا الْبَابِ میں) تمام مصاحف سے بصورت
الف ہی ہے اور غالب ہے ۔

ع۸۳ وَنُوْنَ نُنْجِيْ بِهَا وَالْاَنْبِيَا حَذَفُوْا — وَالْكَهْفِ اَلْحَذْفُ فِيْهِ فِي الْاِمَامِ جَرٰى

ت :۔ اور اہلِ رسم نے ننُجِی کے (دوسرے نون کو (اس سُورت (یوسف ع۱۲) اور سورۃ انبیاء (ع۶) میں حذف کر دیا ہے (بروایت نصیر) اور اَلْکُفرُ (رعد ع۶) میں الف کا حذف (مصحف) امام میں جاری ہوا ہے (بروایتِ ابوعُبید (سورۂ یونس ع۱۰ نُنجِی بالاتفاق دو نون سے ہے)

ع۸۴ لاتایئسوا و معًا یایئس بھا الِفُ فی استایئس استایئسوا حذف فشا خبرا

ت :۔ (اور وَلا) تَایئسُوا (ع۱۰) اور یایئسُ دونوں جگہ (ع۱) اور رعد ع۴) ان تینوں میں (یا اور تا کے بعد) مرسوم الف ہے، اور اِستَایئسَ اور اِستَایئسُوا (یوسف ع۱۲ و ع۱۰) میں حذف الف خبرًا مشہور ہوگیا ہے، (یعنی مؤخرالذکر دو بعض میں تو ثابت ہے مگر اکثر میں حذف ہے۔

ع۸۵ والرِّیحُ عن نافعٍ و تحتھا اختلفوا ویا بِاَیّٰم زادا لُخلُفُ مستطرا

ت :۔ اور اَلرِّیحُ نافع سے (بھی حذفِ الف) ہے اور اس سورۃ ابراہیم کے تحت (سورہ حجر ع۲ کے اَلرِّیحَ میں) اہلِ رسم نے اختلاف کیا ہے اور مصاحف کے خُلف نے بِاَیّٰمِ (اللہِ ابراہیم ع۱) کی یا کو زیادہ کر دیا ہے (بعض مصاحف میں) مرسوم الیاء ہے، مگر اکثر میں یاء مشدد کے بعد الف ہے بِاَیّامِ۔

ع۸۶ بالحذفِ طٰئرہٗ عن نافعٍ و بِاَوْ کلاھما الخلفُ و الیا الیس فیہ تُریٰ

ت :۔ طٰئرہٗ (اسراع۲) نافع سے بحذف الالف ہے، اور کلاھُما میں خُلف ہے اور اس لفظ میں (بجائے الف کے) یا تو کسی مصحف میں نہیں دیکھی جاتی (یعنی جن مصاحف میں الف ثابت بھی ہے ان میں بشکلِ الف ہی ہے نہ کہ بشکلِ یا)

ع۸۷ سُبحٰنَ فاحذفْ و خُلفٌ بعدَ قالَ ھُنا و قالَ مکٍّ و شامٍ قبلہٗ خبرا

ت :۔ تم سُبحٰن کے الف کو (ہر جگہ) حذف کر دو اور یہاں قُلْ کے بعد والے سُبحٰن (ع۱۰) میں خُلف ہے اور اس (سُبحٰن) سے پہلے (لفظ قُل کے بجائے) قَالَ مکی و شامی نے نے رسم بالالف کی جزدی ہے۔

ع۸۸ تزٰوَرُ زٰکیۃً مع لتّخذت بحذ فِ نافعٍ کلمٰتُ ربّی اعتُمرا

ت :۔ تزّٰوَرُ (کہف ع۲) اور زٰکیۃً اور لتّخذتَ (ع۱۰ اور) کلمٰتُ ربّی (ع۱۲) میں دو جگہ ان پانچوں کلمات میں الف) نافع سے حذف سے زیارت کیا گیا ہے۔

ع۸۹ وَفِی خَرۡجًا مَّعًا وَالرِّیحُ خُلۡفُهُمُ ‏ وَکُلُّهُمۡ فَخَرَاجُ فِی الثُّبُوتِ قَرَا

ت:۔ اور (خَرۡجًا) میں دونوں جگہ (کہف ع۱۱، مؤمنون ع۴) اور (تَذۡرُوۡهُ) الرِّیٰحُ (کہف ع۶) ان تینوں میں خُلف ہے۔ اور فَخَرَاجُ (رَبِّكَ مؤمنون ع۴) کو ثبوت الف ہی سے تلاش کیا ہے، (علامہ سخاوی رح نے مصحف شامی میں اس کو حذف سے پایا ہے (شمول کے قاعدے اس میں حذف ہی سے ہونا بھی چاہیئے۔)

ع۹۰ کُلٌّ بِلَا یَاءٍ اٰتُوۡنِیۡ وَمَکَّنَنِیۡ ‏ مَکِّیۡ وَّمِنۡهَا عِرَاقٍ بَعۡدَ خَیۡرًا اَرٰی

ت:۔ اٰتُوۡنِیۡ دونوں جگہ سب میں بغیر یا کے ہے، اور مَکَّنِّیۡ کہف (ع۱۱ دونوں سے) مکی (کی رسم) اور عراقی اور (کوفی و بصری) نے (لَاَجِدَنَّ) خَیۡرًا (کہف ع۵) کے بعد مِنۡهَا (بجائے مِنۡهُمَا کے دکھایا ہے۔